© rasailojaraid.com

نام کتاب: تربیت گاہ ''ڈیپر'' ایک استاد کی ڈائری (بزبان سندھی مع انگریزی ترجمہ)۔ اشاعت: ۲۰۱۰ء۔ صفحات: ۶۰
مصنف: ڈاکٹر صالح محمد شاہ۔ مترجم: پروفیسر ڈاکٹر نیاز احمد میمن۔ قیمت: تحفہ از مسز ڈاکٹر حیدر خان نظامانی
مبصر: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق منصوری ناشر: سائل لاکھو میموریل کمیٹی، ہالا، سندھ

۱۹۴۵ء سے ۱۹۶۰ء یہ منصورہ (ڈیپر) کا پہلا دور ہے اس دور کے بارے میں ڈاکٹر صالح محمد شاہ مرحوم (متوفی ۹ جولائی ۱۹۸۱ء) کی ڈائری (تربیت گاہ ''ڈیپر'' ایک استاد کی ڈائری۔ انگریزی ترجمہ "The Vision of Teacher 'DEPER' A diary of Teacher"، شیر محمد شاہ کا تعارف، اور رئیس علی احمد نظامانی صاحب کا ابتدائیہ ایک دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

منصورہ کے دوسرے دور ۱۹۶۰ء-۱۹۷۱ء تک کے بارے میں کچھ تحریریں پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم (۱۵/دسمبر ۱۹۲۳ء تا ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۰ء) مولانا جان محمد بھٹو مرحوم (متوفی ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲)، مولانا غلام سرور بھٹو مرحوم کے حوالے سے مل جاتی ہیں۔

منصورہ کا تیسرا دور ۱۹۷۱ء سے شروع ہوا ہے، ایسی کتاب کی ضرورت ہے جو منصورہ کی مکمل تاریخ کو یکجا کردے جو منصورہ کے بانی حضرت شفیع محمد نظامانی مرحوم (۱۸۹۶ تا ۱۳/اپریل ۱۹۷۰ء) کی پیدائش سے لے کر آج تک منصورہ کی تاریخ پہ محیط ہو۔

یہ ڈائری مولانا کے نواسے رئیس علی احمد نظامانی صاحب کی کاوشوں سے زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہے ان کے گاؤں گوٹھ کرم خان نظامانی تحصیل ہالا، ضلع ٹیاری سندھ خط لکھ کر منگوائی جاسکتی ہے یا ان کے موبائل ۰۳۰۰۔۳۲۴۵۴۶۱ پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈائری میں دیگر تصاویر کے علاوہ مولانا شفیع محمد نظامانی مرحوم کی ایک تصویر شامل ہے۔

مولانا نظامانی کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اُنہیں اسکول کے لیے ابتدا ہی سے ایسے اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر میسر آتے رہے جو اخلاص کے ساتھ اُن کی تعلیم وتربیت کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔

ڈاکٹر صالح محمد شاہ لکھتے ہیں: ''۱۹۴۸ء میں جب ہالا تعلقہ میں جبری تعلیم کا آغاز ہوا تو دوسرے اسکولوں کی طرح اس اسکول کی بھی بنیاد رکھی گئی جو کبھی اچھا کبھی برا چلتا رہا، مارچ ۱۹۴۸ء میں جب برادرم قادر بخش شاہ (قادن شاہ) یہاں ہیڈ ماسٹر بن کر آئے تو اسکول کا نقشہ ہی بدل گیا تیز رفتار ترقی ہوئی مارچ ۱۹۵۱ء تک یہی حال رہا۔ مگر مارچ ۱۹۵۲ء میں اسکول کی حالت اتنی خراب ہوچکی تھی کہ وہ بند کردیا جاتا، اسکول کے بانی کی تمام کاوشوں کے باوجود یہی صورت حال رہی۔ اپریل ۱۹۵۲ء میں کالج سے لوٹا تو مجھے اس اسکول میں ہیڈ ماسٹر کے طور پر بھیجا گیا جب میں تقرر نامہ لے کر پہنچا تو میرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے یہاں ایک نئی دنیا بنی ہوئی تھی۔''

میں نے آتے ہی جو حالت دیکھی اس کا مختصر سا حال لکھنا ضروری ہے۔'' کیا دیکھتا ہوں کہ اساتذہ کے آرام کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے جب کہ جگہ کی کمی نہیں ہے چار پائیاں اسکول کے برآمدوں میں ادھر اُدھر پڑی ہیں بستر بکھرے ہوئے ہیں...رات کا کھانا جن برتنوں میں کھایا گیا وہ اب تک دھلے نہیں ہیں۔ اسکول میں کوئی اسمبلی ہوتی تھی نہ ہی کوئی ٹائم ٹیبل تھا اسکول میں بیٹھے ابھی آدھا گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ کھانا آ گیا، میں نے کچھ نہیں کھایا کیوں کہ یہ اسکول کی ڈیوٹی کا وقت تھا، اُس وقت میں نے ٹائم ٹیبل بنایا اور ایک سرکلر جاری کر دیا کہ اسکول کے اوقات میں کوئی بھی ذاتی کام نہیں کیا جائے گا چار پائیاں ہٹانے کا حکم دیا۔ میں نے عجیب حالت دیکھی کہ گاؤں کے لوگ گپ شپ کرنے کے لیے اسکول کے اساتذہ کے پاس آجاتے ہیں۔ اس کے خاتمہ کے لیے میں نے گاؤں کی طرف والا دروازہ ہی بند کروا دیا اب وقت کی پابندی کے ساتھ کام ہونے لگے اب اسکول کے اوقات میں کوئی پرندہ اسکول میں پر نہیں مار سکتا تھا، اساتذہ کہتے کہ:'' یہ عزرائیل (موت کا فرشتہ) کہاں سے آگیا ہے۔'' (ص:۱۸۔۱۹،سندھی)

اس ڈائری کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ حضرت مولانا نظامانی مرحوم کے پیشِ نظر ہمیشہ اساتذہ اور طلبہ کی صحیح تعلیم و تربیت رہی اس لیے ابتدائی دور میں بھی سرکاری اسکول کے اساتذہ کرام اور ہیڈ ماسٹر صاحبان کو بھی آپ نے اس نصب العین سے وابستہ کر دیا۔ ہاسٹل کا نام تربیت گاہ رکھا، ڈاکٹر سید صالح محمد مرحوم کو بھی اس تربیت گاہ نے سب سے زیادہ متاثر کیا جس کی روحِ رواں خود مولانا نظامانی مرحوم کی ذات تھی۔ ڈاکٹر صالح محمد شاہ مرحوم ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۲ء تک منصورہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر رہے اسکول کو تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بہتر بنائے رکھنے میں بھرپور کوشش کی لیکن وہاں کے نظامِ تعلیم و تربیت کو اُن کا خواب اور انہی کا کارنامہ قرار دینا کچھ مبالغہ آرائی محسوس ہوتا ہے (Page-10 English) جس سے حضرت مولانا نظامانی مرحوم کی شخصیت ثانوی محسوس ہوتی ہے گلستان ڈیپر و منصورہ میں جس دور میں جو بھی پھول کھلے اس میں مختلف ادوار میں مختلف شخصیات کی کاوشیں رہی ہیں لیکن بنیادی چیز مولانا نظامانی مرحوم کا ہی سوزِ جگر دردِ دل فیضانِ نظر اور ایثار و اخلاص فی سبیل اللہ ہے۔

چودھری غلام محمد مرحوم کے بارے میں پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم کے مضمون (افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی، مطبوعہ افکارِ معلم جنوری ۲۰۰۱ء) سے پتا چلتا ہے کہ'' ۱۹۵۲ء میں مولانا نظامانی مرحوم کے شدید اصرار پر چودھری غلام محمد مرحوم (اس وقت کے امیر جماعتِ اسلامی سندھ) نے ادارۂ تعمیر ملت قائم کیا جس کی صدارت کی ذمہ داری مرتے دم تک اُن کے کاندھوں پر رہی۔ جماعت اسلامی پاکستان نے یہاں ایک دارالعلوم قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ مولانا عبدالغفار حسن اس کے ناظم مقرر ہوئے ۶ مئی ۱۹۵۶ء کو مولانا امین احسن اصلاحی نے ڈیپر آ کر اس کا افتتاح کیا...۱۵ نومبر ۱۹۵۹ء میں شاہ ولی اللہ اورنٹیل کالج قائم ہوا۔ راقم نے فروری ۱۹۶۰ء سے کالج کا چارج سنبھالا۔ ستمبر ۱۹۷۲ء میں حکومت نے اسکول اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحویل میں لے لیا۔''۱۹۶۱ء تک کے ان اہم واقعات میں سے کسی واقعہ کی طرف بھی شاہ صاحب کی ڈائری میں کوئی اشارہ بھی نہیں ہے کیا وہ ان چیزوں سے بے خبر رہے یا لاتعلق رہے؟

سندھی میں ص ۱۸ پر تربیت گاہ ڈیپر کا سال ۱۹۵۲ء لکھا ہے جب کہ انگریزی ترجمہ میں صفحہ نمبر ۱۶ پر School of Depar the year 1954 درج ہے۔ سندھی میں جبری تعلیم کا سال ۱۹۴۸ء جب کہ انگریزی میں ۱۹۴۵ء درج ہے۔ ڈائری کی سندھی عبارت اور انگریزی ترجمہ میں مندرجہ ذیل اغلاط کی آئندہ اشاعت میں تصحیح کر دی جائے۔

ماہنامہ افکارِ معلم لاہور کے اپریل ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں میرا ایک چھوٹا سا مضمون ''منصورہ سندھ کے بانی مولانا شفیع محمد نظامانی مرحوم'' چھپا ہے ۱۹۷۲ء میں ریڈیو پاکستان کے پروگرام بزمِ طلبہ میں سندھی مباحثہ میں دوسری پوزیشن لینے پر مجھے پروگرام ڈائریکٹر نے کہا کہ آپ کو ریڈیو پر ایک اور پروگرام دیا جارہا ہے ''میری پسندیدہ شخصیت'' اس پر ایک مختصر مضمون لکھ لائیں۔ اس وقت میں نے اپنی پسندیدہ شخصیت کے طور پر محترم نظامانی مرحوم کا نام پیش کیا تو ڈائریکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کوئی مشہور ومعروف شخصیت منتخب کریں میں نے کہا میری پسندیدہ شخصیت مولانا شفیع محمد نظامانی مرحوم ہی ہیں۔ یہ پروگرام ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر ہوا یہی تحریر افکار معلم میں شائع ہوئی۔ یہ تحریر اور اس کے ساتھ کچھ اور مواد میں نے رئیس علی احمد نظامانی صاحب کو دیا تھا جب وہ مولانا شفیع محمد نظامانی مرحوم کے سلسلے میں ڈاکٹر پروفیسر نبی بخش بلوچ صاحب کی صدارت میں ایک کانفرنس کرنے کے لیے تگ ودو کر رہے تھے۔

اس طرح افکارِ معلم جنوری ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں میرا ایک مضمون ''پروفیسر سید محمد سلیم منصورہ میں'' چھپا۔ محمد موسیٰ بھٹو صاحب نے مولانا جان محمد بھٹو مرحوم اور چودھری غلام محمد مرحوم کے بارے میں دو کتابیں لکھی ہیں۔ ماہنامہ تعمیر افکار کراچی نے مارچ۔مئی ۲۰۰۳ء کا شمارہ سید سلیم نمبر شائع کیا ہے جب کہ افکارِ معلم کا جنوری ۲۰۰۱ء کا شمارہ ''ارمغانِ علمی'' میں سید سلیم کو ان کی زندگی ہی میں خراج تحسین پیش کیا گیا تھا۔ محترم مولانا امیر الدین مہر صاحب کا مولانا نظامانی مرحوم کے بارے میں مضمون جسارت میں چھپا تھا۔ (۱۹/اپریل ۲۰۰۹ء)

یہ ڈائری اس تاریخی سلسلے کی ایک دستاویز ہے انگریزی کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہونا چاہیے تھا۔ سندھی سے اردو ترجمہ منصورہ ہی کے کئی اساتذہ کر سکتے ہیں۔ ہدیہ تبریک کے طور پر چند کلمات شیخ الحدیث حضرت مولانا آغا محمد صاحب مدّظلھم العالی کے شامل ہوتے تو کتابچہ کے لیے خیر وبرکت کا باعث بنتے۔ امید ہے آئندہ اشاعت میں ناشر کی طرف سے اس تشنگی کا مداوا کر دیا جائے گا۔

جب تک منصورہ سندھ کی تاریخ پر کوئی جامع کتاب شائع نہیں ہو جاتی منصورہ کے بارے میں موجود تمام تحریروں کو ایک نام کے تحت یکجا کر کے کئی جلدوں میں شائع کر دیا جائے جیسا کہ مصر کے معروف ادیب ڈاکٹر طہٰ حسین نے ابوالعلاء المعری کے بارے میں قدیم وجدید اکثر اہم تحریروں کو ایک ضخیم جلد میں جمع کر کے شائع کیا تھا۔

© rasailojaraid.com